OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

بنواُمیّہ کے دور میں حضرات تابعینؒ کی تفسیری خدمات

Commentary services of Noble Tabieen R.A in the period of Banu Umia

Saleem Ullah Masroor
Ph.D. Scholar in MY University Islamabad
Email: saleemullah.masroor@gmail.com

Dr. Muhammad Sarwar
Assistant Professor, University of Veterinary and Animal Sciences Lahore.
Email: sarwarsiddique@uvas.edu.pk

Received on: 04-01-2026 Accepted on: 05-02-2026

Abstract

This research delves into the valuable contributions of esteemed Tabieen (the generation following the companions of the Prophet Muhammad) during the era of the Banu Umayya dynasty. It investigates the pivotal role played by these revered figures in providing commentary, interpretation, and guidance on matters of religion and society. During the Banu Umayya period, the Tabieen served as key interpreters of Islamic teachings and traditions, offering insights into the Quran, Hadith (sayings of the Prophet), and jurisprudence. Through their scholarly endeavors, they helped to preserve and disseminate the knowledge inherited from the Prophet's companions, ensuring its relevance and applicability to contemporary challenges. This study aims to deepen our understanding of the role played by the Tabieen in disseminating religious knowledge and shaping Islamic thought during the Banu Umayya period.

Keywords: Commentary services, Noble Tabieen R.A, period of Banu Umia.

موضوع کا تعارف واہمیت:

اس رسالہ میں بنواُمیہ دور کے تفسیری خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے، جس میں بالترتیب حضرت مجاہدؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، عکرمہ مولی ابن عباسؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت حسن بصریؒاور حضرت طاؤسؒ کا تعارف، اُنکے تصانیف کا تعارف اور اہمیت بیان ہوئی ہے۔اور اُن تفاسیر کے تفردات میں اُنکے تفسیری اقوال کی تفرد بیان کیا گیا ہے۔چنانچہ اس رسالہ میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہونگے۔

- ☆ قرآن مجید کے تفسیر کا تعارفی مطالعہ (لغوی اور اصطلاحی مفہوم)۔
- ☆ قرآن مجید کے تفسیر کیلئے بنیادی تفسیری مأخذ۔
- ☆ مفسر کیلئے تفسیر قرآن مجید میں اصول وضوابط۔
- ☆ بنواُمیہ دور کے مشہور تفاسیر کا مطالعہ اور اُنکے مفسرین کا تعارف۔

☆ بنوامیہ دور کے جملہ مشہور تفاسیر میں تفردات اور امتیازیات کا مطالعہ۔

تفسیر قرآن کا مختصر تعارف:

تفسیر (interpretation) کے معنیٰ اپنے عام ترین لغتی مفہوم میں کسی (نسبتاً) دشوار عبارت یا تحریر یا کلام کو وضاحت و صراحت سے بیان کرنے کے ہوتے ہیں۔ علم المعانی (semantics) میں تفسیر کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ ؛ تفسیر کسی رسمی زبان میں موجود علامات کو معنی پہنانے اور اس کے جملوں کو سچی اقدار (truth-value) تفویض کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اردو میں تفسیر کا لفظ، قرآن کی آیات کو تفصیل یا تشریح کے ساتھ بیان کرنے یا سمجھانے کے لیٔے بکثرت استعمال ہوتا ہے ؛ اس لفظ تفسیر کا ماخذ ایک عربی لفظ----فسر----ہے جس کے معنی توضیح، صراحت اور تشریح کے ہوتے ہیں۔اِسی عربی لفظ "فسر" سے، اردو زبان میں، تفسیر کے ساتھ ساتھ دیگر متعلقہ الفاظ بھی بنائے جاتے ہیں جیسے ؛ مُفسَر، مُفَسّر اور مُفَسِّر وغیرہ۔ تفسیر کی جمع تفاسیر کی جاتی ہے اور مفسر کی جمع مفسرون آتی ہے۔

اصطلاحی تعریف:

علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے اس کی مختصر تعریف یوں نقل کی ہے:

هُوَعِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ فَهْمُ كِتَابِ اللهِ الْمُنَزَّلِ عَلىٰ نَبِيّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانُ مَعَانِيْهِ وَاسْتِخْرَاجِ أَحْكَامِهٖ وَحِكَمِ [1]

وہ ایسا علم ہے جس سے قرآن کریم کی سمجھ حاصل ہو اور اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کو نکالا جا سکے.

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تعریف میں مزید عموم پیدا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هُوَعِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ كَيْفِيَّةِ النُّطْقِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ، وَمَدْلُوْلَاتِهَا، وَأَحْكَامِهَا الْإِفْرَادِيَّةِ وَالتَّرْكِيْبِيَّةِ، وَمَعَانِيْهَا الَّتِى تُحْمَلُ عَلَيْهَا حَالَةِ التَّرْكِيْبِ، وَتَتِمَّاتُ لِذَٰلِكَ [2]۔

"وہ علم ہے کہ جس میں قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے اور ان کے مفہوم اور ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور اُن معانی سے بحث کی جاتی ہو جو کہ ان الفاظ سے جوڑنے کی حالت میں مراد لیے جاتے ہیں اور ان معانی کا تکملہ جو ناسخ و منسوخ اور شان نزول اور غیر واضح مضمون کی وضاحت میں بیان کیا جائے"۔

اس تعریف کی روشنی میں علمِ تفسیر مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہے:

۱)"الفاظِ قرآن کی ادائیگی کے طریقے" یعنی الفاظ قرآن کو کس کس طرح پڑھا جا سکتا ہے ؟اس کی توضیح کے لیے قدیم عربی مفسرین اپنی تفسیروں میں ہر آیت کے ساتھ اس کی قرأتیں بھی تفصیل سے واضح کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے ایک مستقل علم "علم قرأت" کے نام سے بھی موجود ہے۔

2)"الفاظ قرآنی کے مفہوم" یعنی ان کی لغوی معنی، اس کام کے لیے علم لغت سے پوری طرح باخبر ہونا ضروری ہے اور اسی بناء پر تفسیر کی کتابوں میں علماء لغت کے حوالے عربی ادب کے شواہد بکثرت ملتے ہیں۔

3)" (الفاظ کے انفرادی احکام "یعنی ہر لفظ کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ اس کا مادہ کیا ہے، یہ موجودہ صورت میں کس طرح آیا ہے، اس کا وزن کیا ہے، اور اس وزن کے معانی وخواص کیا ہیں؟ ان باتوں کے لیے علم صرف کی ضرورت پڑتی ہے۔

4)" الفاظ کے ترکیبی احکام "یعنی ہر لفظ کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر کیا معنی دے رہا ہے؟ اس کی نحوی ترکیب (Grammatical Analysis) کیا ہیں؟ اس پر موجودہ حرکات کیوں آئی ہیں اور کن معانی پر دلالت کر رہی ہیں؟ اس کام کے لیے علم نحو اور علم معانی سے مدد لی جاتی ہے۔

5)" ترکیبی حالت میں الفاظ کے مجموعی معنی "یعنی پوری آیت اپنے سیاق وسباق میں کیا معنی دے رہی ہے؟ اس مقصد کے لیے آیت کے مضامین کے لحاظ سے مختلف علوم سے مدد لی جاتی ہے، مذکورہ علوم کے علاوہ بعض اوقات علم ادب اور علم بلاغت سے کام لیا جاتا ہے، بعض اوقات علم حدیث اور بعض اوقات علم اصولِ فقہ سے۔

6)" معانی کے تکملے "یعنی آیات قرآنی کا پس منظر اور جو بات قرآن کریم میں مجمل ہے اس کی تفصیل، اس غرض کے لیے زیادہ تر علمِ حدیث سے کام لیا جاتا ہے، لیکن اس کے علاوہ بھی یہ میدان اتنا وسیع ہے کہ اس دنیا کے ہر علم وفن کی معلومات کھپ سکتی ہیں کیونکہ بسا اوقات قرآن کریم ایک مختصر سا جملہ فرماتا ہے مگر اس کی میں حقائق واسرار کی ایک غیر متناہی کائنات پوشیدہ ہوتی ہے مثلاً قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الذاریات:۲۱)

اور تم اپنی جانوں میں غور کرو کیا تم نہیں دیکھتے۔

اگر اس مختصر سے جملے کی تشریح وتفصیل میں پورا علم الابدان (Physiology) اور پورا علمِ نفسیات (Psychology) سما جاتا ہے مگر اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی تخلیقی حکمت بالغہ کے جن اسرار کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ سب پورے ہو گئے ہیں تو چنانچہ تفسیر کے اس ذیلی جز میں عقل وتدبر، تجربات ومشاہدات کے ذریعے انتہائی متنوع مضامین شامل ہیں[3]۔

تفسیر القرآن کے اصول:

چونکہ ہر کام کی ایک اصل ہوتی ہے اور اصول کے ساتھ ہونے والے کام کو کام کہا جاتا ہے، بے اصولی تو کسی بھی شعبہ میں اچھی نہیں سمجھی جاتی تو اسی اصول پر تفسیر کے اصول بھی ہیں تو تاکہ اس میں دلچسپی پیدا ہو، اب ایک بات ضروری طور پر یہ رہ جاتی ہے کہ وہ کیا ذرائع اور طریقے ہیں جن کی بنیاد پر قرآن کریم کی تفسیر کی جا سکے، یقیناً ہم کو اس کے لیے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے رہبری کی گئی ہے تو چنانچہ فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ (آل عمران:۷(

اے رسول! وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔

گویا اس آیت کی روسے آیات کی اولین تقسیم دو طرح پر کی گئی ہے۔

(1)آیات محکمات(۲)آیات متشابہات ؤپھر متشابہات دو قسم پر ہیں:(۱)جو لفظ بھی سمجھ سے باہر ہو جیسے حروف مقطعات(۲)لفظ تو سمجھ میں آتے ہوں ؤلیکن مفہوم ان کا قابل فہم نہ ہو۔

پھر آیاتِ محکمات کو مفسرین نے دو طرح پر تقسیم کیا ہے:

(1)وہ آیتیں جن کے سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو جو بالکل واضح ہوں یعنی جس زبان میں بھی ان کا ترجمہ کیا جائے سمجھنے والے کو مشکل معلوم نہ ہوں اور بظاہر مفسرین کے پاس کوئی اختلاف رائے نہ ہو، جیسے پچھلی قوموں سے متعلق واقعات اور جنت و جہنم سے متعلق آیات۔(۲)دوسری وہ آیتیں ہیں جن کے سمجھنے میں کوئی ابہام یا اجمال یا اور کوئی دشواری پائی جائے یا اُن آیتوں کو سمجھنے کے لیے ان کے منظر وپس منظر کو سمجھنا ضروری ہو جیسے وہ آیتیں جن سے دقیق مسائل اور احکام نکلتے ہوں یا اسرار و معارف اُن سے نکلتے ہوں، ایسی آیات کو سمجھنے کے لیے انسان کو صرف زبان اور اس کی باریکیوں کو جاننا کافی نہیں ہوتا ؤبلکہ اور بھی بہت سی معلومات کی ضرورت پڑتی ہے، انہیں معلومات میں سے ایک "ماخذ" تفسیر کہلاتا ہے۔

تفسیری مآخذ:

یعنی وہ ذارئع جن سے قرآن کریم کی تفسیر معلوم ہوسکتی ہے، یہ تقریباً چھ قسم کی بتلائی گئی ہیں:(۱)تفسیر القرآن بالقرآن۔(قرآن کریم کی کسی آیت یا لفظ کی تشریح قرآن ہی کی کسی دوسری آیت یا لفظ سے کی جائے)(۲)تفسیر القرآن بالاحادیث النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم۔(قرآن مجید کے کسی آیت کی وضاحت آنحضرت ﷺ کے کسی قول یا فعل سے کی جائے) (۳)تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین۔(قرآن پاک کے کسی آیت کی تشریح حضرات صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کے قول سے کی جائے، تفسیری شرائط کے ساتھ) (۴)تفسیر القرآن باقوال التابعین رحمہم اللہ۔(قرآن مجید کے کسی آیت کی وضاحت حضرات تابعین میں سے کسی تابعی کے قول سے کی جائے، تفسیری شرائط کے ساتھ)(۵)تفسیر القرآن بلغۃ العرب۔(قرآن مجید کے کسی آیت یا کسی لفظ کی تشریح اہل عرب کے اشعار اور عربی محاورات کے مطابق کی جائے، تفسیری شرائط کے ساتھ)(۶)تفسیر القرآن بعقل السلیم۔(قرآن مجید کی تشریح و توضیح اپنی صحیح سمجھ بوجھ اور منشائے خداوندی کو ملحوظ رکھ کر علوم اسلامیہ کی روشنی میں، حالات وواقعات، مواقع و مسائل پر اس کا صحیح انطباق کرنا اور اس کے اسرار ورموز کو کھولنا اور بیان کرنا تفسیر القرآن بعقل سلیم کہلاتا ہے)

حضرت مجاہدؒ:

حضرت مجاہد آپ کا اصلی نام أبو الحجاج مجاهد بن جبر التابعي المكي القرشي المخزومي (المتوفى: 104) ہے۔ مجاہدؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے ؤلیکن اس کے باوجود مجاہد نے حضرت ابن عباسؓ کے دیگر تلامذہ کی بنسبت بہت کم تفسیری اقوال ان سے نقل کیے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ کی "تفسیر مجاہد" کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے جو کہ مکتبہ شاملہ کے آفیشل ورژن میں شامل کی جاچکی ہے۔

مصعبؒ کہتے ہیں تفسیر کے سب سے بڑے عالم مجاہد ہیں اور مناسکِ حج کے سب سے بڑے عالم عطاء بن ابی رباح ہیں، قتادہؒ کا بیان ہے "باقی ماندہ لوگوں میں مجاھد تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں "خفیف کہتے ہیں کہ تفسیر کے سب سے زیادہ جاننے والے مجاھد ہیں، سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے: جب تفسیر تم کو مجاھد سے مل جائے تو اسی کو کافی سمجھو[4] (سفیان ثوری ہی کا قول ہے چار لوگوں سے تفسیر حاصل کرو، ان چاروں میں آپ نے مجاھد کو بھی شمار فرمایا، امام نووی کا ارشاد ہے: جب مجاھد کی طرف سے تمہیں کوئی تفسیر مل جائے تو اسے کافی سمجھو[5]

امام ذھبی فرماتے ہیں: پوری امت مجاھد کی امامت اور ان سے اخذ و احتجاج کرنے پر متفق ہے، صحاحِ ستہ کے جامعین نے بھی آپ سے روایت کی ہے[6]۔

علماء کرام اور محدثین عظام کے ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ تفسیر میں مجاھد رحمہ اللہ کا مقام کس قدر بلند تھا اور وہ کس قدر ثقہ اور قابل اعتبار تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ ثقہ یہی ہیں، اسی وجہ سے امام بخاری اور دیگر بڑے بڑے محدثین نے ان کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے، امام بخاری صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں کثرت سے ان کے اقوال نقل کرتے ہیں[7]۔

تفسیری اقوال:

(۱) "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ[8]"۔

یعنی اس کی کرسی اتنی بڑی ہے کہ جس کے اندر تمام زمین و آسمان سمائے ہوئے ہیں۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی مثال کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں انگشتری کا حلقہ اور اس کی کرسی کی جگہ اس کے عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں انگشتری کا حلقہ[9]۔

(۲) "حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ[10]"۔

یعنی جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان کو ماننے سے انکار کرتے ہیں ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر نہ چلا جائے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس میں **"جمل"** سے مراد کشتی کی رسی ہے اور **"سم الخیاط"** سے مراد سوئی کا سوراخ ہے[11]۔

(۳) "فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ"[12] ۔

اور جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکو تو حق تعالیٰ کا اس طرح ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے اٰباء واجداد کا ذکر کرتے ہو؛ بلکہ یہ ذکر اس سے بدرجہا بڑھ کر ہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں **"قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ"** جب تم جانوروں کی قربانی سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر

کرو، عرب جب اپنی عبادت سے فارغ ہوتے تھے تو پنے اٰباواجداد کے کارنامے بیان کر کے اس پر تفاخر کرتے تھے تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اس جگہ اللہ کا ذکرا اور اس کی بڑائی کریں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ:

حضرت سعید بن جبیر مشہور تابعی ہیں، آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا جیسے صحابہ سے استفادہ کیا ہے۔[13]

تفسیر حدیث اور فقہ میں آپ ممتاز تھے، حضرت ابن عباس سے آپ نے قرأت اور تفسیر کا درس لیا اور آپ ہی سے وابستہ رہے سعید بن جبیر نے مختلف صحابہ کی قرأتیں حفظ کر رکھی تھیں اور اس کو پڑھتے بھی تھے جیسا کہ اسماعیل بن عبدالملک کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیر رمضان کے مہینہ میں ہمیں نماز پڑھاتے تھے اس دوران کسی رات وہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے موافق قرآن پڑھتے تھے تو کسی رات زید بن ثابتؓ کی قرأت پر قرآن پڑھتے تھے اور کسی رات کسی اور کی قرأت پر قرآن پڑھتے تھے یہی ہمیشہ کا معمول تھا، لہذا اس سے یہ بات بلا کسی تردد کے کہی جا سکتی ہے کہ ان مختلف قرأتوں کے جمع کرنے کی بناء پر آپ کو قرآن کریم کے معانی و مطالب اور اس کے لطائف و اسرار پر گہری واقفیت ہو گئی تھی[14] چنانچہ قتادہ فرماتے ہیں: سعید تابعین میں تفسیر قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے، سفیان ثوریؒ کہتے ہیں تفسیر کو چار حضرات سے سیکھو، سعید بن جبیر، مجاھد، عکرمہ اور ضحاک سے۔ [15]

میمون بن مہران کا بیان ہے سعید بن جبیر خدا سے اس حال میں جا ملے کہ سطح زمین میں کا ہر شخص ان کے علم کا محتاج تھا۔[16]

خصیف کا بیان ہے تابعین میں طلاق کے مسائل کے سب سے بڑے عالم سعید بن المسیب ہیں اور مناسک حج کے سب سے بڑے عالم عطاء ہیں، حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے طاؤس ہیں، تفسیر کے سب سے بڑے عالم مجاہد بن جبر ہیں اور ان سب علوم کے جامع سعید بن جبیرؒ ہیں۔[17]

ابن المدینی فرماتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب و تلامذہ میں سعید بن جبیر جیسا کوئی نہیں، کسی نے کہا طاؤس بھی نہیں آپ نے فرمایا: طاؤس بھی نہیں[18] تفسیر میں یہ مقام و مرتبہ رکھنے کے باوجود وہ تفسیر بالرائے کو پسند نہیں کرتے تھے، ابن خلکان بیان کرتے ہیں: کسی نے ان سے تفسیر قرآن لکھنے کی فرمائش کی تو وہ خفا ہو گئے اور فرمایا میرے جسم کا ایک حصہ شل ہو جائے یہ مجھے تفسیر قرآن لکھنے سے زیادہ محبوب ہے[19]، آپ کو حجاج بن یوسف کے حکم پر سنہ ۹۵ھ میں شہید کر دیا گیا شہادت سے قبل حجاج بن یوسف کے ساتھ آپ کا ایمان افروز واقعہ کتب تاریخ میں معروف و مشہور ہے۔ [20]

تفسیری اقوال:

سعید بن جبیرؒ کے تفسیری اقوال کی ۳مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)ابوالبشر فرماتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے کوثر کی تفسیر دریافت کی تو سعید بن جبیر نے فرمایا کوثر وہ خیر کثیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا، میں نے کہا ہم تو سنتے تھے کہ کوثر جنت میں ایک نہر کا نام ہے، تو آپ نے فرمایا: وہ نہر بھی اسی خیر میں داخل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔[21]

(۲)سعید بن جبیر اس آیت:

قَالُوٓا۟ إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُۥ مِن قَبْلُ[22]

کہنے لگے اگر اس نے چوری کی ہے تو تعجب نہیں کیونکہ اس کا ایک بھائی (یعنی یوسفؑ) تھا وہ بھی اس سے پہلے چوری کر چکا۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یوسف علیہ السلام کے نانا یعنی ان کی ماں کے باپ کافر تھے بتوں کو پوجتے تھے تو ان کی ماں نے ان کو حکم دیا کہ وہ ان بتوں کو چپکے سے لیجا کر اسے توڑ دیں، ممکن ہے کہ وہ اس طرح بتوں کی پوجا سے باز آجائیں تعمیل ارشاد میں یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا (اسی کو ان کے بھائیوں نے چوری سے تعبیر فرما کر یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا، اس کی اور بھی تفسیریں ہے جو کہ تفسیر کی کتب میں مذکور ہیں)۔[23]

(۳)اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد **"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ"**(البقرۃ:۱۷۹)

ترجمہ:(اور اے عقلمند لوگو! اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ (ایسے قانون کی خلاف ورزی کرنے سے پرہیز رکھو گے) کی تفسیر کرتے ہوئے سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں یعنی جس شخص کو عقل و فہم کی دولت حاصل ہو گی وہ جب قصاص کو یاد کرے گا تو قصاص کا خوف اس کو قتل کرنے سے روک دے گا **"لعلکم تتقون"** تاکہ تم قصاص کے خوف سے ایک دوسرے کا خون بہانے سے بچے رہو۔

عکرمہ مولی ابن عباس:

یہ عکرمہ مولی ابن عباس کے نام سے مشہور ہیں بربری غلام تھے حسین بن ابی الحر عنبری نے انہیں حضرت ابن عباس کو بطور ھدیہ پیش کیا، عکرمہ نے اپنے مولی ابن عباس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدریؓ، حضرت عائشہؓ اور بعض دیگر حضرات سے بھی روایات نقل کی ہیں۔[24]

عکرمہ تفسیر قرآن کے کس قدر حریص تھے اور اس کے لیے انہوں نے کس قدر جدوجہد کی تھی اس کا خود ان کے قول سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول **"ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله و رسوله"** میں اس آدمی کا حال معلوم کرنے کی جستجو میں میں نے ۱۴ سال تک لگادیے، جو اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا تب جا کر مجھ کو اس کا حال معلوم ہوا، ابن

عبدالبر فرماتے ہیں کہ وہ ضمرۃ ابن حبیب ہے۔ [25]

حضرت ابن عباس ان کی تعلیم کا خاص اہتمام فرماتے تھے عکرمہ خود بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس میرے دونوں پیروں پر بیڑیاں لگادیتے تھے اور مجھے قرآن وسنت کی تعلیم دیتے تھے،اس محنت وجانفشانی کااثر تھا کہ اپنے وقت کے مثالی مفسر بن گئے،امام شافعی فرماتے ہیں: کتاب اللہ کو عکرمہ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہ رہا [26] قتادہؒ فرماتے ہیں: عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں، سلام بن مسکین فرماتے ہیں عکرمہ تفسیر قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں،عباس بن مصعب مروزی کا بیان ہے عکرمہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلاموں میں اور آپ کے شاگردوں میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں شعبی کہتے ہے: عکرمہ سے بڑھکر کتاب اللہ کا جاننے والا کوئی باقی نہ رہاسفیان ثوری کا قول ہے چار لوگوں سے تفسیر سیکھوان چاروں میں عکرمہ کو آپ نے سب سے پہلے شمار کرایا،ابن حبان کا بیان ہے عکرمہ اپنے زمانے میں فقہ اور قرآن کے بڑے علماء میں سے تھے۔ [27]

حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں میرے پاس پانچ حضرات جمع ہوئے طاؤس، مجاھد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاءان میں سے مجاھد اور سعید بن جبیر آگے بڑھکر عکرمہ سے آیات کی تفسیر سے متعلق مسائل پوچھنے لگے ؤ چنانچہ وہ دونوں جس آیت کی بھی تفسیر ان سے دریافت کرتے تھے وہ ان کے سامنے اس کی تفسیر بیان کردیتے تھے ؤ حتی کہ جب ان کے سوالات ختم ہوگئے تو عکرمہ از خود کہنے لگے کہ فلاں آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی اور فلاں آیت فلاں موقع پر اتری۔ [28]

ایوب سختیانی ایک شخص کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں عکرمہ، سعید بن جبیر، طاؤس اور میں سمجھتا ہوں کے انہوں نے عطاء کا بھی نام لیا تھا ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، اور اس دن عکرمہ علمی مذاکرہ کررہے تھے اس وقت سامعین وحاضرین کا حال یہ تھا کہ ایسا محسوس ہورہا تھا کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں (یعنی پوری توجہ وانہماک سے وہ سب ان کی باتیں سن رہے تھے) ان میں سے سوائے سعید کے کسی نے بھی کسی مسئلہ میں ان سے اختلاف نہیں کیا اور سعید نے بھی صرف ایک مسئلہ میں ان سے اختلاف کیا علماء ومحدثین کے ان اقوال وواقعات کی روشنی میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عکرمہ کا مقام ومرتبہ تفسیر میں کس قدر بلند تھا اور انکے تفسیری اقوال وروایتیں کس درجہ مقبول ومستند تھیں ؤ لیکن اس کے باوجود کچھ ایسے علماء ومحدثین بھی تھے جو بعض وجوہات کی بناء پر عکرمہ سے ناخوش تھے بلکہ ان پر جرح کرتے تھے اور ان پر اعتراضات کرتے تھے، حافظ ابن حجر نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان اعتراضات کو نقل کرکے ایک ایک کی تردید یا توجیہ کی ہے جس کی تلخیص محقق عصر علامہ تقی عثمانی نے علوم القرآن میں تحریر فرمایا،اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

علامہ عثمانی تحریر فرماتے ہیں: بعض محدثین نے عکرمہ پر کچھ اعتراضات بھی کیے ہیں اس مسئلہ پر ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں نہایت مبسوط اور کافی وشافی بحث کی ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عکرمہ پر جو اعتراضات وارد کیے جاتے ہیں ان کا مدار تین اعتراضات پر ہے۔

ایک یہ کہ انہوں نے بعض غلط باتیں حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کردی تھیں، دوسرے یہ کہ وہ عقیدتاً خارجی تھے اور تیسرے یہ کہ وہ امراء وحکام سے انعامات وصول کرتے تھے، جہاں تک اس تیسرے الزام کا تعلق ہے کہ انہوں نے امراء سے انعامات وصول کیے ہیں سو

ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی بناپر ان کی روایات کو رد کردیا جائے، رہے باقی دو اعتراضات سو حافظ ابن حجر نے تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ ان میں سے کوئی الزام ان پر ثابت نہیں ہوا، اس سلسلہ میں جتنے قصہ ان کی طرف منسوب ہیں حافظ ابن حجر نے ان میں سے ایک ایک کو نقل کرکے اس کی مدلل تردید یا توجیہ کی ہے ؛ مثلاً ان پر جھوٹ کا جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کا منشا ایک غلط فہمی ہے اور وہ یہ کہ بسا اوقات انہوں نے ایک حدیث دو آدمیوں سے سنی ہوتی تھی ایک موقع پر وہ ایک شخص سے روایت کرتے تھے پھر کوئی اسی حدیث کے بارے میں پوچھتا تو دوسرے آدمی سے روایت کردیتے، اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے کہ یہ حدیث گھڑتے ہیں ؛ حالانکہ دونوں مرتبہ ان کی روایت درست تھی چنانچہ خود انہوں نے فرمایا ہے۔

"ارایت ھولاءِ الذین یکذبون من خلفی، افلا یکذبونی فی وجھی؟"۔

"بھلا یہ لوگ جو میرے پیٹھ پیچھے میری تکذیب کرتے ہیں میرے سامنے کیوں تکذیب نہیں کرتے؟"۔

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ میرے سامنے تکذیب کریں تو میں ان کو حقیقت حال سے آگاہ کروں اسی طرح ان پر خارجی ہونے کا جو الزام لگایا گیا ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وہ کسی قابل اعتبار ذریعہ سے ثابت نہیں ہوا البتہ ہوا یہ کہ انہوں نے بعض جزوی (فقہی) مسائل میں ایسا مسلک اختیار کیا تھا جو خارجیوں کے مطابق تھا، اس سے بعض لوگوں نے انہیں خارجیت کی طرف منسوب کردیا ؛ چنانچہ امام عجلی فرماتے ہیں :

"عکرمة مولی ابن عباس مکی تابعی ثقة بریٔ ممایرمیه به الناس من الحرورية"۔

عکرمہ حضرت ابن عباس کے مولی ہیں مکہ کہ رہنے والے ہیں، ثقہ تابعی ہیں اور لوگ ان پر خارجیت کا جو الزام لگاتے ہیں وہ اس سے بری ہیں۔[29] اسی وجہ سے امام بخاری کا ارشاد ہے، ہمارے ساتھیوں میں سے (یعنی محدثین میں سے) کوئی ایسا نہیں مگر وہ عکرمہ کی روایت سے استدلال کرتا ہے، محمد بن نصر المروزی فرماتے ہیں، اکثر اہل علم کا عکرمہ کی روایت سے استدلال واحتجاج کرنے پر اتفاق ہے اور اس پر محدثین متفق ہیں۔[30] خلاصہ کلام یہ ہے کہ عکرمہ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علوم کے محافظ اور امین اپنے زمانہ کے بہت بڑے مفسر اور اکثر اھل علم کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتبار ہیں، محدثین آپ سے روایت کرنے پر اور آپ سے احتجاج واستدلال کرنے پر متفق ہیں، آپ کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی۔

تفسیری اقوال:

عکرمہؒ کے تفسیری کمالات کا اندازہ آپ کے ان اقوال سے لیا جاسکتا ہے :

(۱) حضرت عکرمہؒ اس آیت :

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا[31]

اے قید خانہ کے دونوں رفیقو! تم میں ایک تو (بری ہوکر) اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور دوسرا سولی دیا جائے گا اور اس کے سر کو پرندے

کھاویں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں وہ قیدی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیااور کہنے لگا میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں نے ایک انگور کا دانہ زمین میں گاڑا اس سے انگور کی بیل اگ آئی، پھر اس میں انگور کے خوشہ نکل آئے میں نے انہیں توڑ کر اسے نچوڑا پھر اسے بادشاہ کو پلانے گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ تم تین دن جیل میں رہو گے پھر رہا ہو کر جیل سے نکل جاؤ گے پھر بادشاہ کو شراب پلایا کرو گے۔[32]

(۲)اس طرح عکرمہؒ اس آیت:

ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ

(آل عمران:۴۴)

یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس اور ان لوگوں کے پاس آپ نہ اس وقت موجود تھے جبکہ وہ (قرعہ کے طور پر) اپنے اپنے قلموں کو پانی میں ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص مریم علیہ السلام کی کفالت کرے اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ باہم وہ اختلاف کر رہے تھے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں وہ لوگ یعنی بیت المقدس کے نگران و متولیان نہر اردن کے پاس آئے اور مریم علیہا السلام کی کفالت کے لیے قرعہ اندازی کی اور قرعہ اندازی کے لیے یہ بات طے پائی کہ وہ سب اپنے قلموں کو جس سے وہ توراۃ اور دیگر کتب مقدسہ لکھا کرتے تھے، نہر میں ڈالدیں سو جس کا قلم پانی کے بہاؤ میں نہ بہے بلکہ ٹھہر جائے تو وہی شخص مریم کی کفالت کرے گا پھر ان لوگوں نے اپنے اپنے قلموں کو نہر میں ڈال دیا تو زکریا علیہ السلام کے قلم کے سوا باقی سب کے قلم نہر کے بہاؤ میں بہہ گئے اور زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے بہاؤ میں ٹھہرا رہا۔[33]

(۳)"وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ"(البقرۃ:۱۵۹)

اس آیت کی تفسیر میں عکرمہ فرماتے ہیں ان کفار پر ہر چیز لعنت کرتی ہے حتیٰ کہ کیڑے مکوڑے اور بچھو تک ان پر لعنت کرتے ہیں، کہتے ہیں: بنی آدم کے گناہوں کی نحوست کے سبب ہم سے بارش روک لی گئی۔

عطاء بن ابی رباحؒ:

عطاء بن ابی رباح کی ولادت سنہ ۲۷ھ میں اور وفات راجح قول کے مطابق سنہ ۱۱۴ھ میں ہوئی، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ اور دیگر صحابہ کرام سے آپ نے روایت کی ہے خود انکا اپنا بیان ہے میں نے دو سو صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔[34]

یحیی بن معین کہتے ہیں "عطاء کتاب اللہ کے معلم ہیں[35]۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کے تلامذہ میں عطاء کثیر الروایت نہ تھے ذبلکہ ان کے دوسرے رفقاء اس ضمن میں ان سے سبقت لے گئے تھے ہم دیکھتے ہیں کہ مجاھد اور سعید بن جبیر تفسیر قرآن میں عطاء کی نسبت زیادہ مہارت رکھتے تھے مگر عطاء کو تفسیر قرآن میں جو مقام حاصل ہے اس کی وجہ سے اس میں کچھ کمی نہیں آتی قلت

روایت کی وجہ ان کی کثرت احتیاط اور تفسیر بالرائے سے ان کا اجتناب واحتراز ہے عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا گیا عطاء نے کہا مجھے نہیں معلوم سائل نے کہا اپنی رائے سے بیان کر دیجئے کہا مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میری رائے کو دین قرار دیا جائے۔ [36]

تفسیری اقوال:

(۱) اللہ تعالی کے اس فرمان **"وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى"** میں کلمۃ التقوی کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد **لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ہے۔** [37]

(۲) عطاء بن ابی رباح اللہ تعالی کے اس ارشاد:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ (الاحزاب: ۳۵)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو اپنے سارے کام اللہ کے سپرد کر دے وہ اللہ کے اس قول **"إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَات"** کے زمرہ میں داخل ہے اور جو اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ اس کا رب اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور اس کے دل وزبان میں یکسانیت ہو تو ایسے لوگ اللہ تعالی کے اس قول **"وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"** میں داخل ہیں اور جو فرائض میں اللہ کی اطاعت کرے اور سنتوں میں رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد **"وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ"** کے زمرہ میں داخل ہے اور جو اپنے کلام کو جھوٹ اور کذب بیانی سے محفوظ رکھے وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد **"وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ"** میں داخل ہے اور جو طاعات پر جما رہے معصیت سے بچا رہے اور مصائب پر صبر کرے تو وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد **"وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ"** کے زمرہ میں داخل ہے اور جو نماز اس دھیان سے پڑھے کہ اسے معلوم نہ ہو کہ کون اس کے دائیں جانب کھڑا ہے اور کون بائیں تو وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد **"وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ"** کے زمرہ میں داخل ہے اور جو ہر ہفتہ ایک درہم صدقہ کرے وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد **"وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ"** میں داخل ہے اور جو ایام بیض یعنی ہر مہینہ چاند کی ۱۵، ۱۴، ۱۳ تاریخ کو روزہ رکھے وہ اللہ تعالی کے اس قول **"وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ"** میں داخل ہے اور حرام کاموں سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد **"وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ"** میں داخل ہے اور جو پنج وقتہ نماز اس طرح پڑھے جس طرح کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے تو وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد **"وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ"** کے زمرہ میں داخل ہے **"أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا"** کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالی ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا، اور **"أَجْرًا عَظِيمًا"** کی تفسیر میں فرمایا: کہ اللہ تعالی نے اس کے صلہ میں ان کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے۔ [38]

(۳) اللہ تعالی کے اس ارشاد:

"لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ" (المائدۃ: ۲)

"اللہ تعالی کی نشانیوں کے بے حرمتی مت کرو۔"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ سے مراد وہ تمام احکام ہیں جس کے کرنے کااللہ تعالی نے حکم دیا ہے یا جس کے کرنے سے اللہ تعالی نے روکا ہے۔[39]

(۴)اللہ تعالی کے اس ارشاد:

"يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ"۔(الانفال:۱)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں وہ لوگ (یعنی مسلمان) آپ سے اس مال کے متعلق سوال کرتے ہیں جس مال سے مشرکین جنگ کئے بغیر علیحدہ ہوگئے یعنی چوپائے، غلام، باندی اور دیگر ساز وسامان کے متعلق تو (اسکا جواب یہ ہے کہ) وہ خاص غنیمت رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہے، آپ اس کا جو چاہے کرے آپ کو اختیار ہے۔

حضرت قرظیؒ:

آپ کا پورا نام ابو حمزہ یا ابو عبداللہ محمد بن کعب بن سلیم القرظی المدنی ہے، امام بخاری تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں ان کے باپ کعب قرظی غزوہ بنی قریظہ کے وقت نابالغ تھے، اس لیے ان کو چھوڑ دیا گیا[40]۔ آپ نے حضرت علی ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ سے روایات نقل کی ہے اور ابی بن کعب سے بالواسطہ روایت کیا ہے، آپ اپنی ثقاہت، عدالت، ورع و تقوی، کثرت حدیث اور تفسیر قرآن میں شہرت رکھتے تھے ،عون بن عبداللہ کہتے ہیں: میں نے تفسیر قرآن میں قرظی سے بڑا عالم نہیں دیکھا [41] عجلی کہتے ہیں: آپ مدنی ہیں تابعی، ثقہ، نیک آدمی اور قرآن کے عالم ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے آپ نے فرمایا:

"يخرج من احد الكاهنين رجل يدرس القرآن دراسة لايدرسها احد يكون بعده قال ربيعة فكنا نقول هومحمد بن كعب والكاهنان قريظة والنضير"۔[42]

دو کاھنوں (مذھبی پیشواؤں) میں سے ایک ایسا آدمی نکلے گا جو قرآن کو ایسی تحقیق اور غور وخوض کے ساتھ پڑھے گا کہ اس کے بعد کوئی اس تحقیق اور غور وخوض کے ساتھ نہیں پڑھ پائے گا۔

ربیعہؒ کہتے ہیں ہم کہتے تھے وہ آدمی محمد بن کعب ہے اور دو کاھنوں سے مراد قریظہ اور نضیر ہے بنو قریظہ اور بنو نضیر یہ مدینہ میں یہودیوں کے دو قبیلہ تھے جو پچھلی آسمانی کتابوں کا علم رکھتے تھے اسی نسبت سے حدیث میں انہیں کاھنان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا، جو مذہبی پیشوا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے عبدالرحمن بن مرحب فرماتے ہیں، میں نے محمد بن کعب سے یہ کہتے ہوئے سنا میں رات میں (نماز میں) اذا زلزلت اور القارعۃ پڑھوں اور اس کو صبح تک دھراتا رہوں اور اس میں غور وفکر اور تدبر کرتا رہوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ بے سمجھے بوجھے قرآن پڑھوں۔ [43]

وفات:

محمد بن فضیل فرماتے ہیں محمد بن کعب کے ہمنشین جو تفسیر کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور وہ سب آپ کی مسجد ربذۃ میں مجتمع تھے کہ اتنے میں ایک زلزلہ آیا جس سے مسجد کی چھت گری اور وہ سب اس کے نیچے دب کر شہید ہوگئے، آپ کا بھی اسی حادثہ میں انتقال ہوگیا، آپ کی سن وفات کے سلسلہ میں بالترتیب تین قول ہیں ۱۰۸ھ، ۱۱۷ھ، ۱۲۰ھ۔ [44]

تفسیری اقوال:

(۱) "رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ" ۔(آل عمران: ۱۹۳)

"اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کررہا ہے"۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں ؒ مناد ی سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے ؒ کیونکہ سارے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی نداء اور آپ کی دعوت کو نہیں سنا ؒ بلکہ اس آیت میں **"منادی"** سے مراد قرآن کریم ہے۔[45]

(۲) اس آیت:

"إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ" ۔(المائدۃ: ۳۳)

"جو لوگ اللہ تعالی سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا زمین پر سے نکال دیے جائیں"۔

اس کی تفسیر میں کعب محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص مسلمانوں میں خوف ودھشت پیدا کرے اور ان کا مال چھین لے ؒ لیکن خون نہ بہائے تو اس شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور پیر مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں اور اگر مسلمانوں میں خوف ودھشت پیدا کرنے کے بعد ان کا خون بھی بہائے تو اس جرم میں اسے قتل کیا جائے گا اور تختہ دار پر چڑھا دیا جائے گا اور اگر وہ مسلمانوں کا مال بھی چھین لے اور انہیں قتل بھی کردے تو پہلے اس کے ہاتھ پیر مقابل سمت سے کاٹے جائیں گے ؒ پھر اسے قتل کیا جائے گا اور پھر تختہ دار پر چڑھا دیا جائے گا تو گویا تختہ دار پر چڑھانا مثلہ کرنا ہے اور گویا کاٹنا اس آیت کی وجہ سے ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)

"اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو"۔

اور گویا قتل کرنا اس ارشاد کی وجہ سے ہے۔ **"أَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ"** (جان کے بدلہ جان لی جائے) اور اگر وہ صرف مسلمانوں میں خوف دہشت پیدا کرے ان کا مال نہ چھینے اور نہ ہی ان کا خون بہائے تب بھی خلیفہ وقت اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کو تلاش کرے اور اسے پکڑے پھر اس پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کرے کہ مسلمانوں کی سرزمین سے کفار کی سرزمین کی طرف جلاوطن کردے۔ [46]

(۳)اللہ تعالی کے اس ارشاد:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ (البقرۃ:۲۷۳)

اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں اور اسی وجہ سے وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا عادۃ امکان نہیں رکھتے، ناواقف لوگ ان کو مالدار سمجھتے ہیں، ان کے سوال سے بچنے کے سبب، کی تفسیر کرتے ہوئے محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے اصحاب صفہ مراد ہیں ان کے مدینہ میں گھر بار نہیں تھے اور نہ ہی خاندان اور قبیلہ کے لوگ تھے تو اللہ تعالی نے لوگوں کو ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔

ابوالعالیہؒ:

آپ کا پورا نام ابوالعالیہ رفیع بن مہران الریاحی ہے آپ نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے استفادہ کیا آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے آپ کے ثقہ ہونے پر اصحاب کتب ستہ کا اجماع ہے آپ تفسیر میں کافی شہرت رکھتے تھے۔[47]

ابو بکر بن ابی داؤد فرماتے ہیں قرآن کا صحابہ کے بعد ابوالعالیہ پھر سعید بن جبیر سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں[48] تفسیر کا ایک بڑا نسخہ جو حضرت ابی بن کعب کی طرف منسوب ہے آپ کے واسطہ سے منقول ہے اس کی سند اس طرح ہے، ابو جعفر الرازی عن ربیع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی بن کعب اور یہ سند بالکل صحیح ہے حافظ بن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں کثرت سے اس نسخہ سے روایتیں نقل کی ہیں اور حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی اس نسخہ سے روایتیں لی ہیں۔[49]

تفسیری اقوال:

(۱)ابو العالیہؒ اس آیت **"سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ"**(الاعراف:۱۴۳) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، **"وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ"** اس جملہ سے موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے آپ کو ہر گز کوئی دیکھ نہیں سکتا اور اس عقیدہ پر ایمان لانے والوں میں میں سب سے پہلا شخص ہوں۔[50]

(۲)اللہ تعالی کے اس ارشاد: "إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ"(الاحزاب:۵۶) کی تفسیر میں ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں صلوۃ کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہونے کی صورت میں اللہ تعالی کا فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف کرنا مراد ہوگا اور فرشتوں کی طرف ہونے کی صورت میں فرشتوں کا آپ کے حق میں دعا کرنا مراد ہوگا۔[51]

(۳)**"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ"**(البقرۃ:۱۷۹)

"اے عقلمند لوگو! (اس قانونِ) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے" اس کی تفسیر کرتے ہوئے ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں اللہ تعالی نے قصاص

کو حیاۃ قرار دیا اس لیے کہ قانون قصاص نافذ کرنے کی صورت میں زندگیاں محفوظ رہتی ہیں سو کتنے آدمی ہیں جو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو لیکن اس خوف سے کہ اس جرم میں قصاصاً ان کو بھی قتل کر دیا جائے گا، قتل کرنے سے رک جاتے ہیں۔

ابواسامہؒ:

آپ کا نام زید بن اسلم قرشی ہے کنیت ابواسامہ ہے آپ نے حضرت ابن عمرؓ، ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے روایتیں نقل کی ہیں، آپ حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام تھے، کبار تابعین میں آپ کا شمار ہے، آپ بیک وقت فقیہ بھی ہیں اور مفسر بھی، فقہ اور تفسیر میں آپ کو کمال حاصل تھا، آپ صحاحِ ستہ کے راوی ہیں، آپ تفسیر بالرائے کے جواز کے قائل تھے اور اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور یہی بہت سے صحابہ وتابعین کا بھی مسلک ہے [52] حماد بن زید عبید اللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں: ہم زید سے روایت کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے بس اتنا ہے کہ وہ قرآن کی اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں۔ [53]

ممکن ہے کہ عبیداللہ بن عمر کا رجحان تفسیر بالرائے سے احتیاط کا ہو جیسا کہ بعض صحابہ وتابعین تفسیر بالرائے سے احتیاط کرتے تھے۔

یعقوب بن ابی شیبہ کہتے ہے زید ثقہ قابل اعتبار ہیں، فقہاء اور اہل علم میں سے ہیں، تفسیر قرآن کے عالم ہیں، آپ کی ایک کتاب ہے جس میں قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ [54]

علماء مدینہ میں آپ سے استفادہ کرنے والوں میں سب سے مشہور آپ کے فرزند عبدالرحمن بن زید اور امام مالک ہیں، آپ کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی۔ [55]

تفسیری اقوال:

(۱) زید بن اسلمؒ اللہ تعالی کے اس فرمان **"مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا"** (البقرہ:۱۷)

(یعنی کہ ان کا حال اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کر دیا ہو اس آگ نے اس شخص کے گرد اطراف کی سب جگہوں کو ایسی حالت میں سلب کر لیا ہو اللہ تعالی نے ان کی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو ان کو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ منافقین کا حال ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے تو حتی کہ ایمان ان کے دلوں میں روشن ہو گیا جیسا کہ آگ ان کے گرد روشن ہو گئی، جنھوں نے اسے سلگایا تھا پھر ان لوگوں نے کفر کیا تو اللہ تعالی نے ان کے نور کو زائل فرما دیا تو وہ روشنی ان سے چھن گئی جیسے اُس آگ کی روشنی چلی گئی تو ان کو تاریکیوں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں سکتے۔ [56]

(۲) اللہ تعالی کے اس ارشاد **"كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"** (البقرۃ:۲۸)

(ترجمہ: سو کیسے تم اللہ تعالی کی ناشکری کرتے ہو سو تم محض بے جان تھے تم کو اس نے جاندار کیا پھر تم کو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے تو پھر انہیں کے پاس لے جائے جاؤ گے) کی تفسیر کرتے ہوئے زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں، اللہ تعالی نے بنی آدم کو آدمؑ کی پشت سے پیدا فرمایا، پھر ان سے عہد و میثاق لیا پھر ان کو موت دی پھر ان کو ماؤں کے رحموں میں پیدا فرمایا پھر ان کو موت دی پھر ان کو قیامت کے دن زندہ فرمائے گا،

اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالی کا یہ ارشاد:

"قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ" (غافر:۱۱)

ان لوگوں نے کہااے ہمارے رب آپ نے ہم کو دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ فرمایا۔[57]

(۳)اللہ تعالی کے اس ارشاد **"وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا"**(یوسف:۳۱) کی تفسیر کرتے ہوئے زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں جب وہ عورتیں کھانے سے فارغ ہو گئی اور ان کے دل خوش ہو گئے تو ان کے سامنے (میوہ اور پھلوں کے لیے) دستر خوان لگوایا گیا اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں زلیخا نے چھری تھمادی پھر کہا کیا تم یوسف کو دیکھنے کی خواہش رکھتی ہو، ان عورتوں نے کہا: ہاں ضرور تو زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو بلوایا اور انکو حکم دیا کہ وہ ان کے سامنے نکلیں جب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کے جمال کو دیکھا تو بد حواسی کے عالم میں وہ میوؤں کے بجائے اپنے ہاتھوں کو کاٹنے لگیں پھر زلیخا نے یوسف کو واپس جانے کا حکم دیا وہ واپس چلے گئے اس سے زلیخا یہ چاہتی تھی کہ وہ عورتیں یوسف کے آنے جانے کا مشاہدہ کریں پھر جب ان عورتوں نے تکلیف محسوس کی تو اپنے آپ کو ملامت کرنے لگیں، اس وقت زلیخا نے کہا تم تو صرف ایک ہی نظر میں یہ حرکت کر بیٹھی اب بتاؤ میرے اوپر ملامت کیے جانے کا کیا جواز باقی رہا؟ حضرت زیدؒ فرماتے ہیں یہ اقدام وہ سب اس لیے کر بیٹھیں کہ ان عورتوں نے نہ ان جیسا حسن و جمال والا انسان کبھی دیکھا اور نہ ہی ان کے حسن و جمال سے قریب کسی کو دیکھا۔

حضرت علقمہؒ:

آپ کا پورا نام علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک النخعی الکوفی ہے آپ کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہو چکی تھی آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور متعدد صحابہ کرام سے روایات نقل کی ہیں، علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے راویوں میں سب سے زیادہ مشہور ان میں سب سے زیادہ آپ کو جاننے والے اور آپ کے علم و فضل کے سب سے زیادہ باخبر اور آشنا تھے، عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں، عبداللہ بن مسعود کہتے تھے میں جو کچھ پڑھتا اور جانتا ہوں علقمہ بھی اسے پڑھتے اور جانتے ہیں، اصحاب صحاحِ ستہ آپ سے روایت کرنے میں متفق ہیں۔[58]

آپ تفسیر کی بنسبت علم فقہ میں زیادہ شہرت رکھتے تھے اور اس علم میں آپ کو خوب مہارت حاصل تھی ذحتی کہ بعض صحابہ بھی آپ سے مسئلہ پوچھتے تھے، قابوس بن ابی ظبیان فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس جاتے ہیں ذ انہوں نے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور وہ علقمہ سے مسئلہ پوچھتے تھے اور ان سے فتوی طلب کرتے تھے، آپ کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی[59]۔

تفسیری اقوال:

(۱)علقمہؒ اس آیت **"فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ"** (الشعراء:۱۸۹)(انکو سائبان کے واقعہ نے آپکڑا) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں قوم

شعیب کو سخت گرمی لگی حتی کہ اس گرمی نے ان کو ان کے گھروں میں بے چین کر دیا وہ اپنے گھروں سے نکل پڑے ان کے لیے ایک بادل اٹھادیا گیا وہ اس بادل کی طرف چل پڑے (تاکہ اس سے سایہ حاصل کریں) جیسے ہی ان لوگوں نے اسکا سایہ حاصل کیا ان پر (آگ) برس پڑی جس نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔[60]

(۲) اللہ تعالی کے اس ارشاد **"مَآ أَصَابَ مِنۡ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذۡنِ اللّٰهِ وَمَنۡ يُؤۡمِنۢ بِاللّٰهِ يَهۡدِ قَلۡبَهُ"** (التغابن:۱۱) (کوئی مصیبت بغیر حکم خدا کے نہیں پہونچتی اور جو شخص اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا ہے اللہ تعالی اس کے قلب کو (صبر ورضاء) کی راہ دکھادیتا ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے علقمہؒ فرماتے ہیں یہ وہ شخص ہے جس کو کوئی مصیبت پہونچے اور وہ یقینی طور سے یہ بات جانتا ہو کہ یہ مصیبت اللہ کی جانب سے آتی ہے، پھر وہ اللہ کے حوالہ ہو جائے اور اللہ کے فیصلہ پر راضی ہو جائے۔

آپ تفسیر کی بنسبت علم فقہ میں زیادہ شہرت رکھتے تھے اور اس علم میں آپ کو خوب مہارت حاصل تھی ؛ حتی کہ بعض صحابہ بھی آپ سے مسئلہ پوچھتے تھے، قابوس بن ابی ظبیان فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس جاتے ہیں ؛ انہوں نے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور وہ علقمہ سے مسئلہ پوچھتے تھے اور ان سے فتوی طلب کرتے تھے، آپ کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی۔[61]

حضرت مسروقؒ:

آپ کا پورا نام مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیۃ الھمدانی الکوفی ہے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان سے انکا نام دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا میرا نام مسروق بن الاجدع ہے تو حضرت عمر نے فرمایا: اجدع تو شیطان کو کہتے ہیں، تم مسروق بن عبدالرحمن ہو، آپ نے کبار صحابہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایتیں نقل کی ہیں[62]، کوفہ کے مشہور قاضی شریح پیچیدہ مسائل میں آپ سے مشورہ کرتے تھے شعبی کہتے ہیں: میں نے ان سے زیادہ علم کا حریص کسی کو نہیں دیکھا، علی بن المدینی کہتے ہیں: میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں مسروق پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا، یہ اصحاب رسول اور ابن مسعود کی شاگردی ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ اپنے زمانہ کے امام تفسیر اور کتاب اللہ کے معانی و مطالب کے جید عالم قرار پائے، مسروق خود فرماتے ہیں، ابن مسعودؓ ہمیں قرآن کریم کی کوئی سورت سناتے اور پھر دن بھر اس کی تفسیر بیان کرتے رہتے۔[63]

مسروق رحمہ اللہ تفسیر قرآن کے کس قدر حریص تھے امام شعبی کے اس قول سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، امام شعبی فرماتے ہیں: مسروق نے ایک آیت کی تفسیر معلوم کرنے کے لیے بصرہ کا سفر کیا، وہاں پہنچنے کے بعد ان سے کہا گیا وہ شخص جو اس کی تفسیر جانتا ہے وہ شام کے سفر پر ہے تو وہیں سے انہوں نے رخت سفر باندھا اور شام پہونچے اور اس آیت کی تفسیر ان سے معلوم کی۔[64]

آپ کی وفات ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں ہوئی۔[65]

تفسیری اقوال:

(۱)"**وَلَيَالٍ عَشْرٍ**"(الفجر: ۲)(اور قسم ہے دس راتوں کی) کی تفسیر کرتے ہوئے مسروقؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ذی الحجہ کے ۱۰ دن ہیں اور یہ سال کے ایام میں سب سے افضل ایام ہیں۔[66]

(۲)"وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ، فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا"۔[67]

اور داؤد و سلیمان علیہما السلام کے قصہ کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جاپڑیں اور اس کو چر گئیں اور ہم اس فیصلہ کو جو لوگوں کے درمیان ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمان کو دے دی اور (یوں) ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا۔

حضرت مسروق اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہ کھیت جسے بکریاں چر گئیں تھیں وہ انگور کا باغ تھا جسے بکریوں نے بالکل چٹ کر دیا، نہ اس کا پتہ چھوڑا اور نہ ہی گچھ سب کھا گئیں تو وہ لوگ (یعنی فریقین) فیصلہ کے لیے داؤد علیہ السلام کے پاس آئے تو داؤد علیہ السلام نے فیصلہ یہ کیا کہ ان بکریوں کا کھیت والوں کو ان کے نقصان کی پابجائی میں مالک بنادیا، سلیمان علیہ السلام نے کہا یہ فیصلہ حکمت و مصلحت کے موافق نہیں ذبلکہ میری رائے میں بکری والوں سے بکریاں لیکر انگور کے باغ والوں کو دیدیا جائے کہ وہ ان بکریوں کے دودھ سے اور دیگر نفع بخش چیزوں سے نفع اٹھاتے رہیں اور بکری والوں کو انگور کا باغ دیدیا جائے کہ وہ اس میں انگور کی کاشت کرے اور باغ کے اس سابقہ حالت میں لوٹ آنے تک محنت کرتے رہیں، جس حالت میں بکریوں نے ان کو چرا تھا پھر بکری والوں کو ان کی بکریاں واپس کر دی جائیں اور باغ والوں کو ان کا باغ واپس کر دیا جائے، داؤد علیہ السلام کو یہ رائے پسند آئی اور انہوں نے اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا۔[68]

(۳)"وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا"۔ (البقرۃ: ۲۳۱)

اور جب تم نے عورتوں کو رجعی طلاق دیدی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہونچ جاویں تو (یا تو) تم ان کو قاعدے کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہونچانے کی غرض سے مت روکو، اس ارادہ سے ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا برتاؤ کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور اللہ تعالی کے احکام کو لھو و لعب کی طرح (بے وقعت) مت سمجھو۔

حضرت شعبیؒ:

آپ کا پورا نام یہ ہے ابو عمرو عامر بن شراحبیل الشعبی الحمیری الکوفی، جلیل القدر تابعی ہیں، آپ کوفہ کے قاضی تھے، آپ نے حضرت ابو ھریرہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ سے روایتیں نقل کی ہیں، شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے ۵۰۰ صحابہ کا زمانہ پایا ہے، حافظ عجلی کہتے ہیں آپ نے ۴۸ صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں، سلیمان بن ابو مجلز فرماتے ہیں میں نے شعبی سے زیادہ

فقیہ کسی کو نہیں دیکھا نہ سعید بن المسیب کو نہ طاؤس کو نہ عطاء کو نہ حسن کو اور نہ ہی ابن سیرین کو ابن سیرینؒ فرماتے ہیں میں نے کوفہ، بصرہ اور حجاز والوں کی حدیثوں کا شعبی سے زیادہ جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا۔[69] آپ اپنی اس تجرِ علمی و وسعت فہمی کے باوجود کتاب اللہ میں اپنی رائے سے کچھ کہنے کی جرأت نہیں کرتے تھے ؛ بلکہ اس معاملہ میں کچھ کہنے سے بہت احتیاط کرتے تھے، جب کسی آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں انہیں علماء سلف کا کوئی قول معلوم نہ ہوتا تو اس کا جواب نہ دیتے۔[70]

ابن عطیہ کہتے ہیں اکابر علماء سلف مثلاً سعید بن المسیب اور عامر شعبی تفسیر قرآن کو بڑی عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے تفسیر معلوم ہونے اور اس فن میں ان کو سبقت حاصل ہونے کے باوجود محض ورع و تقوی اور احتیاط کے پیش نظر وہ اس کے بیان کرنے سے گریز کرتے تھے۔[71]

شعبی خود فرماتے ہیں میں نے ہر آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا ہے ؛ لیکن یہ کتاب اللہ کی تفسیر کا معاملہ ہے اس میں احتیاط کی ضرورت ہے [72] اسی طرح شعبی بعض مفسرین پر جرح کرتے تھے جو ان کی نظر میں اس منصب کے اہل نہیں تھے، جیسے سدی اور ابو صالح وغیرہ ابن جریری روایت کرتے ہیں کہ شعبی ابو صالح کے پاس سے گزرتے تھے تو انکا کان پکڑ کر موڑتے تھے اور کہتے تھے، تم قرآن کی تفسیر کرتے ہو حالانکہ تم قرآن پڑھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے، اسی طرح ابن جریر صالح بن مسلم سے مزید بیان کرتے ہیں کہ شعبی سدی کے پاس سے گزرے اور وہ تفسیر کر رہے تھے، آپ نے فرمایا اگر تمہاری سرین پر ڈھول بجایا جائے یہ بہتر ہو گا تمہاری اس مجلس سے [73]

آپ کی ولادت ۲۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۱۹ھ میں۔[74]

تفسیری اقوال:

تفسیر کے معاملہ میں آپ کے شدت احتیاط کے سبب آپ سے بہت کم تفسیری اقوال منقول ہیں، یہاں نمونہ کے طور پر آپ کے تین اقوال نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) اللہ تعالی کے اس قول "**وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ**" (بنی اسرائیل:۱۰۱)

(اور ہم نے موسیؑ کو نو کھلی نشانیاں دی تھیں) کی تفسیر کرتے ہوئے شعبیؒ فرماتے ہیں اس سے مراد یہ بینات (کھلی نشانیاں) ہیں (۱) طوفان (۲) ٹڈی (۳) جوں (۴) مینڈک (۵) خون (۶) قحط سالی (۷) پھلوں کا کم ہونا (۸) عصاء (۹) موسی کا ہاتھ [75]

(۲) شعبیؒ، اللہ تعالی کے اس ارشاد :

"**وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ**"۔ (یوسف:۱۸)

یعنی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون لگالائے۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ان لوگوں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کے خون سے یوسف علیہ السلام کی قمیص کو رنگ دیا (اور اسے اپنے باپ یعقوبؑ کے پاس لے آئے) جب یعقوبؑ نے اس قمیص کو صحیح سالم دیکھا کہ کہیں سے پھٹی نہ تھی تو جان گئے کہ ان لوگوں نے جھوٹ کہا ہے (کہ یوسف کو بھیڑیا

کھا گیا) چنانچہ انہوں نے ان سے کہا یہ بھیڑ یا تو بڑا حلیم نکلا اسے قمیص، پر تو رحم آگیا اور میرے بیٹے پر رحم نہ آیا۔[76]

(۳)"وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ"۔ (المائدۃ:۵)

اور اہل کتاب میں سے پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں جبکہ تم نے ان کو نکاح کی حفاظت میں لانے کے لیے ان کے مہر دے دیے ہوں، نہ تو (بغیر نکاح کے) صرف ہوس نکالنا مقصود ہو اور نہ خفیہ آشنائی پیدا کرنا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: زنا کی دو قسمیں ہیں ایک "السفاح" اور یہ علانیہ کھلم کھلا زنا کرنے کو کہتے ہیں دوسرا **"اتخاذ العدن"** اور یہ چھپ کر زنا کرنے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالی نے اس آیت میں ان دونوں قسموں کو حرام قرار دیدیا، اور عورت سے احصان کے طریقہ پر نفع اٹھانے کو جائز قرار دیدیا اور وہ شادی ہے۔

حضرت قتادہؒ:

آپ کا نام قتادۃ بن دعامۃ السدوسی البصری ہے کنیت ابوالخطاب ہے، آپ مادرزاد نابینا تھے، آپ نے انس بن مالکؓ، عبداللہ بن سرجسؓ، اور ابوالطفیلؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں[77] قتادہؒ کا حافظہ بہت قوی تھا جو بات ایک مرتبہ سنتے تھے وہ یاد ہو جاتی تھی اسی وجہ سے آپ کا شمار جید حفاظ حدیث میں ہوتا ہے، آپ کا بیان ہے میں نے کسی محدث سے کبھی یہ نہیں کہا کہ حدیث کو دوبارہ کہیے اور جو کچھ میرے کانوں نے سنا میرے دل نے اسے محفوظ کر لیا۔[78]

قتادہؒ سعید بن المسیب کے پاس حاضر ہوئے اور کافی دنوں تک ان سے مسائل پوچھتے رہے ایک دن سعید بن المسیب نے ان سے کہا تم نے جو کچھ مجھ سے سنا وہ تمہیں یاد ہے، قتادہؒ نے کہا: ہاں میں نے آپ سے اس بارے میں یہ پوچھا تھا آپ نے اسکا یہ جواب دیا تھا میں نے اس بارے میں آپ سے یہ سوال کیا تھا آپ نے اس کا یہ جواب دیا تھا، اسی طرح آپ نے کافی حدیثیں بیان کر دیں تو سعید بن المسیبؒ نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ خدا نے تمہارے جیسا انسان بھی پیدا کیا ہے[79]

ابن حبان کہتے ہیں" قتادہ قرآن وفقہ کے جاننے والوں میں سے تھے اور اپنے زمانہ کے حفاظ حدیث میں آپ کا شمار تھا[80]"۔

معمر کہتے ہیں میں نے قتادہ کو یہ کہتے ہوئے سنا قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں مگر میں نے اس کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور سن رکھا ہے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں قتادہ تفسیر کے عالم ہیں آپ کی وفات: ۱۱۸ھ میں طاعون کے سبب پیش آئی۔[81]

تفسیری اقوال:

(۱)"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (الحج:۱۷)

یعنی کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صائبین اور نصاری اور مجوس اور مشرکین اللہ تعالی ان سب کے درمیان قیامت کے

روز فیصلہ کردے گا۔

حضرت قتادہؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں **"الصَّابِئِينَ"** ایک قوم ہے جو فرشتوں کی عبادت کرتی ہیں اور قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتی ہیں اور زبور کی تلاوت کرتی ہیں اور مجوس وہ لوگ ہیں جو سورج چاند اور آگ کی پوجا کرتے ہیں **"الَّذِينَ أَشْرَكُوا"** اس سے مراد بت پرست ہے۔[82]

(۲) اللہ تعالی کے اس ارشاد **"قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ"۔(مریم:۳۴)**

ان (کی حقیقت) کے بارے میں سچی بات یہ ہے جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں۔

کی تفسیر کرتے ہوئے قتادہؒ فرماتے ہیں: حضرت عیسی علیہ السلام کے اوپر اٹھا لیے جانے کے بعد بنی اسرائیل جمع ہوئے ہر قوم میں سے ان کا ایک عالم نکلا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ان لوگوں نے ایک دوسرے کی رائے معلوم کی، ان چاروں میں سے ایک نے کہا عیسی اللہ ہے جو زمین پر اتر آئے جسے زندہ کرنا تھا اسے زندہ کیا اور جسے مارنا تھا اسے مارا پھر آسمان پر چلے گئے اس نظریہ کے ماننے والوں کو یعقوبیہ کہا جاتا ہے، تینوں نے کہا تم نے جھوٹ کہا پھر دونوں نے تیسرے سے کہا، تم ان کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرو تو تیسرے نے کہا" وہ اللہ کے بیٹے ہیں" اور جو اس عقیدہ کو مانتے ہیں انہیں نسطریہ کہا جاتا ہے تو چنانچہ دونوں نے کہا تم نے جھوٹ کہا پھر دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تمہارا ان کے بارے میں کیا عقیدہ ہے اس نے کہا وہ تین معبودوں میں کے تیسرے ہیں اللہ معبود ہے عیسی معبود ہے اور ان کی ماں معبود ہے اس عقیدہ کے ماننے والوں کو اسرائیلیہ کہا جاتا ہے اور یہی نصاری پر حکمران تھے، چوتھے نے کہا: تم نے بھی جھوٹ کہا، وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کے کلمہ ہیں اور وہ سب مسلمان تھے پھر ان چاروں میں سے ہر ایک کے نظریہ کو ماننے والے کچھ کچھ لوگ ہو گئے ان لوگوں نے آپس میں قتال کیا پھر وہ سب مسلمانوں پر غالب آ گئے، اس کا بیان اللہ تعالی کے قول میں ہے:

وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ"۔(ال عمران:۲۱)

اور قتل کرتے ہیں ایسے لوگوں کو جو اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سو ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔[83]

(۳)"ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ"۔
(النحل:۱۱۰)

پھر جن لوگوں نے فتنے میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر سے کام لیا تو ان باتوں کے بعد تمہارا پروردگار یقیناً بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے قتادہؒ فرماتے ہیں ہم سے یہ بات ذکر کی گئی کہ جب اللہ تعالی نے مکہ والوں کے متعلق آیتیں نازل فرمائیں جس میں یہ ہدایت تھی کہ ان سے اسلام اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلے تو مدینہ والوں نے یہ آیتیں لکھ کر مکہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس روانہ کر دیں وہ لوگ مکہ سے نکل پڑے تو مشرکین سے ان کا سامنا ہو گیا تو مشرکین واپس ان کو مکہ لے آئے، اس

موقع پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

الٓمّٓ o أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ"۔ (العنکبوت:۲،۱)

الم، کیاان لوگوں نے یہ خیال کرر کھاہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو(قسم قسم کے مصائب سے) آزمایانہ جائے گا۔

تو مدینہ والوں نے مکہ والوں کے پاس اسے لکھ کر روانہ کر دیا، جب ان کے پاس یہ آیتیں پہونچیں تو مکہ والے مسلمانوں نے یہ طے کر لیا کہ ہم مکہ سے نکل جائیں گے ؤ اگر مکہ کے مشرکین ان سے تعرض کریں گے تو ان سے مقابلہ کریں گے ؤ حتی کہ یا تو نجات پاجائیں گے یا پھر شہید ہو کر اللہ سے جاملیں گے ؤ چنانچہ وہ لوگ نکلے، مشرکین نے ان کو پکڑا، مسلمانوں نے ان سے مقابلہ کیا بعض ان میں سے شہید ہو گئے اور بعض نجات پا گئے تو اس موقع پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ"۔(النحل:۱۱۰)

معمر کہتے ہیں میں نے قتادہ کو یہ کہتے ہوئے سنا قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں مگر میں نے اس کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور سن رکھا ہے،امام احمد بن حنبل کہتے ہیں قتادہ تفسیر کے عالم ہیں آپ کی وفات:۱۱۸ھ میں طاعون کے سبب پیش آئی۔

حضرت حسن بصریؒ:

آپ کا پورا نام حسن بن ابی الحسن یسار البصری اور کنیت ابو سعید ہے آپ کے والد حضرت زید بن ثابتؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کی والدہ "خیرہ" ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰؓ کی آزاد کردہ کنیز تھیں آپ کی والدہ کبھی کبھی کسی کام سے آپ کو حضرت ام سلمیٰؓ کے پاس چھوڑ جاتی تھیں، اس دوران آپ روتے تھے تو ام سلمیٰؓ آپ کو بہلانے کے لیے اپنا دودھ انہیں پلادیتی تھیں، کہا جاتا ہے کہ آپ کی زبان سے جو حکمت اور فصاحت کی باتیں نکلیں تھیں وہ اسی کی برکت کا ثمرہ ہے۔[84]

حضرت عمر کی شہادت سے دو سال پہلے آپ پیدا ہوئے، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عائشہؓ کو دیکھا ہے، حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت میں خراسان کے گورنر ربیع بن زیاد کے آپ کاتب رہے، آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو موسی اشعریؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور صحابہ کرامؓ کی کثیر جماعت سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ [85]

ابن حبان کہتے ہیں: آپ نے ۱۲۰ صحابہ کی زیارت کی۔[86]

آپ صلاح و تقوی، بے مثل واعظ اور خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت کے جید عالم اور احکامِ حلال وحرام میں اعلی درجہ کی بصیرت رکھتے تھے، جس کی بے شمار علماء نے شہادت دی ہے، قتادہؒ فرماتے ہیں: میں جس فقیہ کی صحبت میں بیٹھا حسن بصری کو اس سے بڑھ کر پایا، ایوب سختیانی فرماتے ہیں "میری آنکھوں نے حسن بصری سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا" ابو جعفر باقر فرماتے ہیں "آپ کا کلام انبیاء کے کلام کے مشابہ ہے"۔[87]

آپ سے تفسیر میں بے پناہ اقوال منقول ہیں اور آپ کو تفسیر سے کس قدر لگاؤ اور انس تھا اس کا آپ کے اس قول سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں "بخدا کوئی آیت اللہ نے نازل نہیں فرمائی مگر میرا دل چاہتا ہے کہ مجھ کو معلوم ہو جائے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی اور اس کی کیفیت و مراد کیا ہے[88]"۔

تفسیری اقوال:

یہاں نمونہ کے طور پر آپ کے چند تفسیری اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

(۱)"أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ"۔ (النساء:۴۹)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں؟ بلکہ اللہ تعالی جس کو چاہے مقدس بنادے اور ان پر تاگہ برابر بھی ظلم نہ ہو دیکھ لو یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور یہی بات صریح مجرم ہونے کے لیے کافی ہے۔

حضرت حسن بصری اس آیت کا شان نزول بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاری کے بارے میں نازل ہوئی جس وقت ان لوگوں نے یہ کہا: **"نَحْنُ أَبْنَاءُ اللهِ وَأَحِبَّاؤُهُ"**(المائدہ:۱۸)

ہم یہود و نصاری دعوی کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔[89]

(۲)"وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى"۔(البقرۃ:۱۸۹)

اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہو بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان تقوی اختیار کرے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں کچھ قبیلے تھے جب ان میں کا کوئی سفر کرنا چاہتا اور اس ارادہ سے گھر سے باہر نکلتا پھر سفر ترک کر کے واپسی کا ارادہ بن جاتا تو اپنے گھر کے دروازے سے وہ گھر میں داخل نہ ہوتا؟ بلکہ گھر کے پچھلے حصہ کی دیوار پھلانگ کر گھر میں داخل ہوتا تو ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالی فرماتے ہیں: **"وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى"**(اور اس میں نیکی نہیں کے گھروں میں ان کی پشت سے آیا کرو، ہاں لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص (حرام کاموں) سے بچے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور خدا سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔[90]

(۳)"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللهِ وَمَا اللهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ"۔(البقرۃ:۱۴۰)

اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کو چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے پہنچی ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں وہ لوگ (اہل کتاب یہود و نصاری) اللہ کی کتاب جو ان کے پاس آئی تھی اس میں پڑھا کرتے تھے کہ اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین اسلام ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب یہودیت اور نصرانیت سے بری تھے پھر اللہ تعالی نے اس پر شہادت دی اور ان لوگوں نے اللہ کے سامنے اس کا اقرار کیا پھر ان

لوگوں نے اللہ کی وہ شہادت جو ان کے پاس (آسمانی کتابوں میں موجود) تھی چھپادی۔

حضرت طاؤسؒ:

آپ کا پورا نام ابو عبد الرحمن طاؤس بن کیسان الحمیری الجندی ہے، یمن کے شہر جند کے باشندے تھے اور غلام تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت زید بن ارقمؓ اور دوسرے متعدد صحابہؓ سے علم حاصل کیا تھا لیکن حضرت عائشہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور خلفاء راشدینؓ سے ان کی روایات مرسل ہیں، یہ اپنے زمانے میں علم وفضل کے علاوہ عبادت وزہد میں بھی بہت مشہور تھے، انھوں نے چالیس حج کیے، امام زہری فرماتے ہیں کہ اگر طاؤس کو دیکھتے تو یقین کر لیتے کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتے، عمرو بن دینار کا قول ہے کہ میں نے لوگوں کے مال ودولت کے معاملے میں طاؤس سے زیادہ سیر چشم کوئی نہیں دیکھا[91] علامہ نووی لکھتے ہیں ان کی جلالت قدر ان کی فضیلت، وفور علم، صلاح وتقوی، قوت حافظہ اور احتیاط پر علماء کا اتفاق ہے[92] حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں ان کے صلاح وتقوی کے واقعات اور ملفوظات تفصیل سے ذکر کیے ہیں ۱۰۵ھ میں منی یا مزدلفہ میں ان کی وفات ہوئی، جنازے میں ارکانِ حکومت سے لے کر علماء وصلحاء تک ہر طبقے کے افراد شریک تھے یہاں تک کے ہجوم کی وجہ سے پولیس بھیجنی پڑی۔[93]

تفسیری اقوال:

(۱) اللہ تعالی کے اس ارشاد **"غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ"** (النور: ۳۱) کی تفسیر کرتے ہوئے طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ احمق مراد ہے جس کو عورتوں میں دلچسپی نہیں ہوتی۔[94]

(۲) طاؤسؒ اس آیت:

"الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ"۔ (النساء: ۳۷)

جو لوگ کے بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ کرتے ہوں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کے لیے اہانت آمیز سزا تیار کرر کھی ہے۔

اور اس آیت:

"وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"۔ (الحشر: ۹)

اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں **"بخل"** یہ ہے کہ انسان بخل اور کنجوسی سے کام لے اس مال میں جو اس کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہے اور یہ خواہش ہو کہ میرا مال میرے ہی پاس رہے اور کسی کے پاس نہ جائے، اور "شح" یہ ہے انسان بخل کرے اس مال میں جو لوگوں کی ملکیت میں ہے اور اس بات کی خواہش کرے کہ جو لوگوں کی ملکیت میں ہے وہ بھی اسی کا ہو جائے خواہ حلال طریقہ سے ہو یا حرام طریقہ سے اور اپنے

مال پر قناعت نہ کرے۔[95]

(۳)اس آیت:

"إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ o فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ"۔(الصافات:۱۴۱،۱۴۰)

جبکہ یونس علیہ السلام بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہونچے سو یونس شریک قرعہ ہوئے تو یہی ملزم ٹھیرے۔ کی تفسیر میں طاؤسؒ فرماتے ہیں کشتی کے نگران نے کہا کشتی چلنے سے رک گئی ہے اس لیے کہ تم میں سے کوئی بدشگون آدمی اس میں سوار ہے لہذا قرعہ ڈالو تاکہ ہم میں سے کوئی جس کے نام کا قرعہ نکلے اپنے آپ کو سمندر میں ڈالدے چنانچہ ان لوگوں نے قرعہ ڈالا تو تین مرتبہ بھی یونس علیہ السلام ہی کا نام قرعہ میں نکلا پھر انہوں نے اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا۔

نتائج البحث/سفارشات:

☆ تفسیر قرآن کا لغوی واصطلاحی مفہوم جاننا ایک مُفسر کیلئے خصوصاًاور ہر عام وخاص کیلئے عموماًبہت اہم ہے۔

☆ تفسیر قرآن مجید کیلئے تفسیری اصول وضوابط یاماٰخذ تفسیر کا جاننا بہت ضروری ہے۔

☆ مفسر قرآن مجید کیلئے کن کن اوصاف کا مالک ہوناضروری امر ہے۔

☆ بنوامیہ دور کے تفاسیر کا باہمی مطالعہ اور تفردات کاشناخت۔

☆ بنوامیہ دور کے اور عصر حاضر کے تفسیری تقاضوں کااجمالی جائزہ۔

حوالہ جات

---

[1] البرھان فی علوم القرآن:۱۳۱)

[2] (روح المعانی:۱/۴)

[3] محمد تقی عثمانیؒ،(مفتی)علوم القرآن:۳۲۳۔۳۲۵

[4] التفسیر والمفسرون:۴۳

[5] الاتقان:۴۱۸۲

[6] تہذیب التہذیب:۴۱۰

[7] مقدمۃ التفسیر لابن تیمیہ:۴۵

[8] البقرۃ:۲۵۵

[9] الدر لمنثور:۴۲۳۱

[10] الاعراف:۴۰

[11] الدرالمنثور:۱۶۲۶

12 البقرۃ:۲۰۰

13 تھذیب التھذیب:۱۱۴

14 التفسیر والمفسرون:۳۳

15 الاتقان:۴۱۸۲

16 سیر اعلام النبلاء:۳۳۵۴

17 وفیات الاعیان:۳۷۲۲

18 سیر اعلام النبلاء:۴۳۴۱

19 وفیات الاعیان ۲۳۷۱

20 التفسیر والمفسرون:۳۴

21 تفسیر طبری:۶۴۸۲۴

22 یوسف:۷۷

16 تفسیر کبیر:۱۸۱۴۷

24 تھذیب التھذیب:۲۳۵۷،۲۳۴

25 مقدمہ تفسیر قرطبیؒ:۲۱

26 مناھل العرفان:۳۴۹

27 ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری:۵۹۹،۶۰۰

28 تھذیب التھذیب:۲۳۶۷

29 علوم القرآن:466

30 ھدی الساری:۶۰۰

31 یوسف:۴۱

32 الدر المنثور:۳۶۴

33 تفسیر ابن کثیر:۴۷۴۱

34 التفسیر والمفسرون:۳۷

35 تہذیب الکمال:۷۷۲۰

36 تاریخ تفسیر و مفسرین:۱۱۱

37 روح المعانی:۲۶۱۱۸

38 تفسیر البغوی:۳۵۲۶۔ تفسیر الخازن:۱۹۳۵

39 تفسیر قرطبیؒ:۳۷۶

40 تہذیب التہذیب: ۳۷۴۹

41 التفسیر والمفسرون ۸۳

42 تھذیب التھذیب: ۳۷۴۹

43 تاریخ الاسلام للذھبی: ۲۰۲۷

44 تاریخ الاسلام للذھبی ۲۵۳۷

45 تفسیر طبری: ۴۸۰۷

46 تفسیر طبری: ۲۶۱۱۰

47 التفسیر والمفسرون ۷۳

48 تذکرۃ الحفاظ: ۵۰۱

49 مناھل العرفان: ۳۴۵

50 تفسیر طبری: ۱۰۳۱۳

51 صحیح بخاری: ۷۰۷۲

52 التفسیر والمفسرون: ۸۳

53 تہذیب التہذیب: ۳۴۲۳

54 تہذیب الکمال: ۱۷۱۰

55 التفسیر والمفسرون: ۸۳

56 تفسیر ابن کثیر: ۷۶۱

57 تفسیر ابن کثیر: ۹۳۱

58 التفسیر ولمفسرون: ۹۳

59 تذکرۃ الحفاظ ۳۰۱

60 الدرالمنثور: ۱۸۲۵

61 تذکرۃ الحفاظ ۳۰۱

62 تھذیب التھذیب: ۱۰۰۱۰

63 تاریخ تفسیر ومفسرین: ۱۱۶

64 مقدمۃ تفسیر قرطبیؒ ۲۱۱

65 تہذیب التھذیب: ۱۰۱۱۰

66 الدرالمنثور: ۶۱۹۶

67 الانبیاء: ۷۸

68 تفسیر ابن کثیر: ۲۴۸۳

69 التفسیر المفسرون: ۱۰۳

70 التفسیر والمفسرون: ۱۰۳

71 مقدمہ تفسیر قرطبیؒ: ۲۷۱

72 مقدمہ تفسیر ابن کثیر: ۱۲۱

73 مقدمہ تفسیر ابن جریر ۱۹۱،۹۲

74 تاریخ تفسیر و مفسرین: ۱۱۹

75 تفسیر طبری: ۵۶۵۱۷

76 الدر المنثور: ۱۷۴

77 تہذیب التہذیب: ۳۱۵۸

78 تہذیب التھذیب: ۳۱۷۸

79 التفسیر والمفسرون: ۱۱۳

80 تہذیب التہذیب: ۳۱۸۸

81 تذکرۃ الحفاظ: ۹۲۱

82 الدر المنثور: ۶۵۲۴

83 الدر المنثور: ۵۰۸۴

84 وفیات الاعیان: ۲۶۹

85 تہذیب التہذیب: ۲۲۳۱

86 تہذیب التہذیب: ۲۲۳۶

87 التفسیر والمفسرون: ۳۱۱

88 مقدمہ تفسیر قرطبیؒ: ۱۲۱

89 تفسیر بن کثیر: ۱۶۶۹

90 تفسیر ابن کثیر ۱۲۹۶

91 تہذیب التہذیب ۹۵

92 تہذیب الاسماء ۱۲۵۱

93 حلیۃ الاولیاء ۳۴۴۔علوم القرآن: ۴۷۰

94 تفسیر طبری: ۱۶۲۱۹

95 طبری: ۳۵۱۸

References

1. The proof in the sciences of the Qur'an: 131)
2. (Ruh Al-Maani: 4/1)
3. Muhammad Taqi Usmani, (Mufti) Sciences of the Qur'an: 323.325
4. Interpretation and interpreters: 43
5. Al-Itqan: 4182
6. Tahdheeb al-Tahdhib: 410
7. Introduction to Tafsir by Ibn Taymiyyah: 45
8. Al-Baqarah: 255
9. Al-Durlmanthur: 4231
10. Al-A'raf: 40
11. Al-Durr al-Manthur: 1626
12. Al-Baqarah: 200
13. Tahdheeb al-Tahdheeb: 114
14. Interpretation and interpreters: 33
15. Al-Itqan: 4182
16. Media biography The Nobles: 3354
17. Deaths of notables: 3722
18. Biography of Noble Figures: 4341
19. Deaths of notables 2371
20. Interpretation and interpreters: 34
21. Tafsir Tabari: 64824
22. Yusuf: 77
23. 16 Tafsir Kabir: 18147
24. Tahdheeb al-Tahdheeb: 234, 2357
25. Introduction to Tafsir Qurtubi: 21
26. Manahil Al-Irfan: 349
27. Huda Al-Sari, Introduction to Fath Al-Bari: 600,599
28. Tahdheeb al-Tahdheeb: 2367
29. Sciences of the Qur'an: 466
30. Huda Al-Sari: 600
31. Yusuf: 41
32. Duralmanthur: 364
33. Tafsir Ibn Kathir: 4741
34. Interpretation and interpreters: 37
35. Tahdhib Al-Kamal: 7720
36. History of interpretation and commentators: 111
37. Ruh Al-Maani: 26118
38. Tafsir Al-Baghawi: 3526. Tafsir Al-Khazen: 1935
39. Tafsir Qurtubi: 376
40. Tahdheeb al-Tahdheeb: 3749
41. Interpretation and Commentators 83
42. Tahdheeb al-Tahdheeb: 3749
43. History of Islam by Al-Dhahabi: 2027
44. History of Islam by Al-Dhahabi 2537
45. Tafsir Tabari: 4807
46. Tafsir Tabari: 26110
47. Interpretation and interpreters 73

48. Remember the preservation: 501
49. Manahil Al-Irfan: 345
50. Tafsir Tabari: 10313
51. Sahih Bukhari: 7072
52. Interpretation And the commentators: 83
53. Tahdheeb al-Tahdheeb: 3423
54. Tahdhib Al-Kamal: 1710
55. Interpretation and interpreters: 83
56. Tafsir Ibn Kathir: 761
57. Tafsir Ibn Kathir: 931
58. Interpretation and interpreters: 93
59. Remember the preservation 301
60. Al-Durr al-Manthur: 1825
61. Remember the preservation 301
62. Tahdheeb al-Tahdheeb: 10010
63. History of interpretation and commentators: 116
64. Introduction to Tafsir Qurtubi 211
65. Tahdheeb al-Tahdheeb: 10110
66. Al-Durral Al-Manthur: 6196
67. The Prophets: 78
68. Tafsir Ibn Kathir: 2483
69. Interpretation by the Commentators: 103
70. Interpretation and commentators: 103
71. Introduction to Tafsir Qurtubi: 271
72. Introduction to Tafsir Ibn Kathir: 121
73. Introduction to Tafsir Ibn Jarir 191,92
74. History of Tafsir and Commentators: 119
75. Tafsir Tabari: 56517
76. Al-Durral Al-Manthur: 174
77. Tahdheeb al-Tahdheeb: 3158
78. Tahdheeb al-Tahdheeb: 3178
79. Interpretation And the commentators: 113
80. Tahdheeb al-Tahdheeb: 3188
81. Remember the preservation: 921
82. Al-Durral Al-Manthur: 6524
83. Durr al-Manthur: 5084
84. Deaths of notables: 269
85. Tahdheeb al-Tahdhib: 2231
86. Tahdheeb al-Tahdheeb: 2236
87. Interpretation and commentators: 311
88. Introduction to Tafsir Qurtubi: 121
89. Tafsir Ibn Kathir: 1669
90. Tafsir Ibn Kathir 1296
91. Tahdheeb al-Tahdhib95
92. Tahdhib Al-Asmaa 1251
93. The Solution of the Saints 34. Sciences of the Qur'an: 470
94. Tafsir Tabari: 14219
95. Tabari: 3518